غزوہ حنین کے موقع پر صحابہ کرامؓ کا قابلِ تقلید نمونہ

از
سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

غزوہ حنین کے موقع پر صحابہ کرامؓ کا قابلِ تقلید نمونہ

(تقریر فرمودہ ۱۶؍ جون ۱۹۴۴ء)[۱]

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج سے تیرہ سَو سال پہلے بلکہ اَب تو کہنا چاہئے ساڑھے تیرہ سَو سال پہلے ایک جنگل میں کچھ لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جمع کیا اور انہیں کہا ہمارے سامنے دو دشمن ہیں۔ ایک دشمن تو وہ قافلہ ہے جو شام سے مکہ والوں کے لئے غذاؤں کا سامان اور لباسوں کا سامان لا رہا ہے اور ایک دشمن وہ ہتھیار بند فوج ہے جس کی تعداد ہماری تعداد سے کہیں زیادہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا مقابلہ غالبًا اِس ہتھیار بند فوج سے ہوگا مجھے الٰہی اشارات سے یہی معلوم ہوتا ہے اَب تم لوگ بتاؤ تمہاری کیا صلاح ہے؟ ایک کے بعد دوسرا مہاجر اُٹھنا شروع ہوا اور ہر ایک نے یہی کہا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم لڑنے کے لئے تیار ہیں آپ ہمیں آگے بڑھنے کا حکم دیجئے۔ جب کوئی مہاجر مشورہ دے کر بیٹھ جاتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اے لوگو! تم مجھے مشورہ دو جب متواتر آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو تو ایک انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! شاید آپ کی مراد ہم سے ہے۔ آپ متواتر فرما رہے ہیں کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو حالانکہ مشورہ آپ کو مل رہا ہے اور ہمارے کئی مہاجر بھائی کھڑے ہو کر اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں پس غالبًا آپ کی مراد ہم انصار سے ہے کہ اس موقع پر ہم بولیں۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ اُنہوں نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم اِس لئے چپ تھے کہ ہمارے اِن مہاجر بھائیوں کے بھائی ہم سے لڑنے کیلئے آئے ہوئے ہیں

اور ہماری محبت اور شرافت چاہتی تھی کہ ہم خاموش رہیں تا یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم اپنے بھائیوں کے بھائیوں کو مارنے کے لئے آمادہ بیٹھے ہیں۔ ورنہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! یہ تو کوئی سوال ہی نہیں ہم ہر طرح لڑنے کے لئے آمادہ ہیں۔ پھر اُس نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! آپ جو بار بار فرما رہے ہیں کہ اے لوگ مجھے مشورہ دو تو شاید اِس سے آپ کا اشارہ بیعت عقبہ کی طرف ہے یعنی اُس پہلی بیعت کی طرف جو مدینہ میں ہوئی اور جس میں ہم نے اقرار کیا تھا کہ ہم آپ کی صرف اُس وقت مدد کریں گے جب آپ مدینہ میں ہوں گے اگر آپ مدینہ سے باہر لڑنے کیلئے جائیں گے تو ہم آپ کی مدد کے ذمہ وار نہیں ہوں گے۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! جب ہم نے وہ عہد کیا تھا کہ ہم صرف اُسی وقت مدد کے ذمہ وار ہوں گے جب آپ مدینہ میں ہوں گے اگر مدینہ سے باہر نکل کر آپ کو کسی قوم کا مقابلہ کرنا پڑا تو ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی، اُس وقت ہمیں آپ کی شان کا پوری طرح علم نہیں تھا اور اِسی وجہ سے ہم نے یہ شرطیں لگائی تھیں لیکن اَب جبکہ ہمیں آپ کی شان کا پتہ لگ چکا ہے۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! یہ کوئی سوال ہی نہیں کہ مدینہ میں جنگ ہو یا مدینہ سے باہر ہو۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے۔ آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔[۲]

یہ اُس وقت کا جذبۂ ایمان ہے جب ابھی رسول کریم ﷺ کا نور پورا ظاہر نہیں ہوا تھا۔ بہت سے معجزات ہیں جو اِس کے بعد ظاہر ہوئے، بہت سے نشانات ہیں جو اِس کے بعد ظاہر ہوئے، بہت سا حصہ قرآن کا ہے جو اِس کے بعد نازل ہوا۔ اگر ہر معجزہ انسان کے ایمان کو بڑھاتا ہے، اگر ہر نشان انسان کے ایمان کو بڑھاتا ہے، اگر قرآن کی ہر آیت انسان کے ایمان کو بڑھانے والی ہے تو یقیناً بعد میں اِن کے لئے اپنے ایمان بڑھانے کے زیادہ مواقع تھے۔ کیونکہ وہ اجمالی ایمان جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انہیں حاصل ہوا تھا بعد میں تفصیلی ایمان کو جگہ دے کر ہٹتا چلا گیا اور آخر میں ایک ایسا تفصیلی ایمان اُن کو نصیب ہوا جس کا کوئی زاویہ، جس کا کوئی کونہ اور جس کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو مکمل نہ ہو۔ جس کی تعمیر نہ ہو چکی ہو اور جس کی تزئین و تحسین نہ ہو چکی ہو لیکن اِس ابتدائی زمانہ میں ہی اِس صحابیؓ نے یہ کیسا شاندار فقرہ کہا کہ

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے اور آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔ یہ اُس وقت انہوں نے کہا تھا جب رسول کریم ﷺ جسمانی طور پر زندہ تھے، جب رسول کریم ﷺ کے ہاتھوں میں یہ طاقت تھی کہ دشمن کے ہتھیار کے مقابلہ میں ہتھیار اُٹھا سکتے، جب آپ کے اندر یہ طاقت موجود تھی کہ آپ اُس کے حملہ کو روک سکتے ایسی صورت میں انسان کو اپنی حفاظت کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی جتنی ضرورت اُس وقت ہوتی ہے جب وہ ہتھیار نہیں اُٹھا سکتا، مثلاً وہ سویا ہوا ہو۔ سویا ہوا انسان اپنی حفاظت نہیں کرسکتا اُس وقت اُسے اپنے دوستوں اور خیر خواہوں کی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یا فرض کرو وہ غیر حاضر ہے اور اِس کی غیر حاضری میں کوئی شخص اُس کی عزت و ناموس پر حملہ کرتا ہے تو اُس وقت بھی اُسے اپنے دوستوں کی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ منہ دیکھے کی محبت جتانے کے لئے سارے ہی موجود ہوتے ہیں لیکن اصل محبت وہ ہوتی ہے جو غیبت میں ہوتی ہے۔ تو وہ وقت ایسا تھا جب رسول کریم ﷺ اپنی جان کی خود بھی حفاظت کر سکتے تھے اور انہوں نے ایسا کر کے دکھا بھی دیا۔

اُحد کی جنگ میں جب ایک شدید دشمن آگے بڑھا اور رسول کریم ﷺ کا نام لیکر کہنے لگا وہ خود کیوں میرے مقابلہ میں نہیں نکلتے۔ تو چونکہ وہ ایک مشہور اور تجربہ کار جرنیل تھا، صحابہؓ آپ کے اِرد گرد اکٹھے ہو گئے مگر آپ نے فرمایا آگے سے ہٹ جاؤ اور اُسے آنے دو۔ جب وہ آپ کے سامنے آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نیزہ بڑھا کر اُس کے سینہ کو چُھو دیا اور بہت ہلکا سا زخم لگا یا مگر وہ اِس معمولی زخم سے ہی بھاگ اُٹھا اور درد سے اُس نے تڑپنا شروع کر دیا۔ جب لوگ اُسے کہتے تجھے ہوا کیا ہے، زخم تو بہت معمولی سا ہے تو وہ کہتا تمہیں کیا معلوم مجھے اِس زخم سے ایسی سخت تکلیف ہے کہ گویا وہ ہزار نیزوں کے زخموں سے بھی بڑھ کر ہے۔[۳] تو رسول کریم ﷺ خدا کی حفاظت میں تھے پھر بھی اِس دنیا میں آپ جب تک بقیدِ حیات تھے اور دشمن کا مقابلہ کر سکتے تھے آپ نے اُس کا مقابلہ کیا اور لوگوں کیلئے ایک نمونہ قائم کر کے دکھا دیا۔

چنانچہ حنین کے موقع پر ہم دیکھتے ہیں ایک حادثہ کی وجہ سے قریباً سارے صحابہؓ میدانِ جنگ

سے پیچھے ہٹ گئے اور صرف بارہ صحابہؓ آپ کے اِردگرد رہ گئے۔ اُس وقت حضرت عباسؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے مشورہ سے آپ کو پیچھے ہٹانا چاہا مگر آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو کہ مَیں آگے جاؤں گا۔[۴] اِسی طرح صحابہؓ نے بھی وہ قربانیاں کیں جو عدیم المثال ہیں لیکن آج وہ زمانہ ہے کہ رسول کریم ﷺ اِس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ آج آپ پر اعتراض کرنے والے لوگوں کا دفعیہ صرف آپ کے محبّ ہی کر سکتے ہیں۔ ایک وقت آپ دنیا میں موجود تھے لوگ اعتراض کرتے تو آپ اپنے صحابہؓ سے کہہ دیتے کہ اِن کو جواب دو۔ حسانؓ کو آپ کئی دفعہ کھڑا کر دیتے اور فرماتے اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ خدایا! تو حسانؓ کی اپنے نشانات سے مدد فرما۔ بعض دفعہ آپ انہیں بتاتے بھی کہ اِس طرح جواب دینا ایسا رنگ اختیار نہیں کرنا کہ ہم پر حملہ ہو جائے۔ یہ چیزیں سب موجود تھیں مگر اَب خدا کا وہ آخری شریعت لانے والا رسول ہم میں نہیں ہے اور جس قسم کا طعن اور جس قسم کا حملہ آج اسلام پر ہو رہا ہے پہلے کبھی نہیں ہوا۔

آج سے ساڑھے تیرہ سَو سال پہلے مکہ میں رہنے والے جن کو رسول کریم ﷺ کی ہر حرکت کا پتہ تھا، جن کو رسول کریم ﷺ کے ہر سکون کا پتہ تھا، جن کو آپ کے رات کے اعمال کا بھی پتہ تھا اور آپ کے دن کے اعمال کا بھی پتہ تھا، جن کو آپ کے معاملات کا بھی علم تھا اور آپ کی عبادات کا بھی علم تھا، جنہیں آپ کی گفتگو کا بھی علم تھا اور آپ کے چال چلن کا بھی علم تھا، اُن سے جب رسول کریم ﷺ نے پوچھا کہ اے لوگو! بتاؤ تم مجھے کیا سمجھتے ہو تو اُن سب نے کہا ہم آپ کو صدوق اور امین سمجھتے ہیں۔ مگر آج ساڑھے تیرہ سَو سال کے بعد یورپ کے نادان اور ظالم مصنف سینکڑوں صفحے بھر دیتے ہیں اِن دلیلوں سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ایک فریب کار انسان تھے، ایک چالباز انسان تھے، آپ نے جھوٹا دعویٰ کیا اور جھوٹے دلائل سے لوگوں کو ورغلا ورغلا کر اپنی جماعت میں شامل کیا۔ وہ جو شاہد و غائب کے جاننے والے تھے، اُنہوں نے تو آپ کو صدوق اور امین قرار دیا مگر آج ساڑھے تیرہ سَو سال کے بعد یورپین مصنف اُس کے بالکل اُلٹ محض اِس لئے کہ تلوار اِن کے ہاتھ میں ہے، طاقت اِن کے ہاتھ میں ہے، حکومت اِن کے ہاتھ میں ہے، فوجیں ان کے پاس ہیں، بنک ان کے پاس ہیں، جہاز ان کے پاس ہیں، اپنی حکومت اور طاقت کے نشہ میں اِس بل بوتے پر کہ اَب

اِن حملوں کا جواب دینے والا کوئی نہیں، اِس بَل بوتے پر کہ وہ جتنی اشاعت اپنے لٹریچر کی کرنا چاہئیں کر سکتے ہیں اعتراضوں پر اعتراض بکھیرتے چلے جا رہے ہیں۔ پھر تعلیم بھی اِن کے ہاتھ میں ہے، چنانچہ کالجوں میں لڑکے جب تعلیم حاصل کرنے کیلئے جاتے ہیں تو انہی کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھتے ہیں۔ان کتابوں کے پڑھنے کے بعد جب وہ وہاں سے نکلتے ہیں تو رسولِ کریم ﷺ کی محبت سے ان کے دل بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ایک تاجر جو لین دین کے لئے، جو سَودا خریدنے یا سَودا بیچنے کے لئے ان کی کوٹھیوں میں جاتا ہے جب وہ ان کی کوٹھیوں سے نکلتا ہے اُس کا دل رسول کریم ﷺ کی محبت سے خالی ہوتا ہے یہی حال قریباً سب ایشیائی اور افریقن لوگوں کا ہے۔ کیونکہ اپنی روزی کمانے کے لئے یا نوکری حاصل کرنے کے لئے سب اِن کے محتاج ہیں اور جب بھی کوئی شخص اِن کی نوکری اختیار کرتا ہے اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ اپنے دین اور ایمان کو بیچ دیتا ہے۔اُس کا دل ایمان اور محبتِ رسول سے خالی ہو جاتا ہے۔ایک مسلمان کو اِن کی نوکری کرتے ہوئے ایک چھوٹے سے چھوٹے عہدہ کے لئے بھی مذہب چھوڑنا پڑتا ہے بلکہ اُس سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنے مذہب کو چھوڑ دے۔ ابھی میری جیب میں ہی وہ خط پڑا ہے جو ڈلہوزی سے چلتے ہوئے مجھے ملا۔ جب مَیں ڈلہوزی سے روانہ ہونے لگا تو مجھے پنجاب کے ریکروٹنگ افسر کا جو ایک انگریز ہیں خط ملا کہ انہیں بحری فوج کے افسر نے اطلاع دی ہے کہ آپ کے احمدی بعض دفعہ دوسروں کو تبلیغ کر بیٹھتے ہیں اِس لئے مجھے حکم ملا ہے کہ آئندہ احمدیوں کو بحری فوج میں بھرتی نہ کیا جائے قطع نظر اِس سے کہ ہم ایک قلیل جماعت ہیں یہ سلوک آج مسلمانوں کے ہر فرقہ سے ہو رہا ہے۔خواہ وہ احمدی ہوں یا کوئی اور، کیونکہ مسلمان کمزور ہیں اور کہتے ہیں کہ ''زبردست کا ٹھینگا سر پر''۔نزلہ جب گرتا ہے عضوِ ضعیف پر ہی گرتا ہے۔ اِس کے مقابلہ میں ایک انگریز سر میور گورنر یو۔ پی جس کے متعلق یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ ہر قوم سے عدل و انصاف کا سلوک کرے، جو بحری فوج سے تعلق رکھنے والے احمدیوں کی طرح کوئی رنگروٹ نہیں تھا بلکہ ایک صوبے کا گورنر تھا اور گورنر کو ایسے امور میں دخل دینے کی اجازت نہیں ہوتی پھر بھی اُس نے اپنے مذہب کی تبلیغ کی۔ چنانچہ اسلام کے خلاف سب سے زیادہ کثیر الاشاعت کتاب سر میور گورنر یو پی کی ہی لکھی ہوئی ہے۔مگر کسی نے اُس سے نہیں پوچھا کہ

کیا تم کو چھ ہزار میل دور دس ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پر اِس لئے بھیجا گیا تھا کہ تم مسلمانوں اور ہندوؤں اور سکھوں اور عیسائیوں کے درمیان عدل و انصاف کرو یا تمہیں اِس لئے بھیجا گیا تھا کہ تم اپنے اکثر اوقات کو ایک ایسے کام کے لئے خرچ کرو جس سے مسلمان رعایا کے دل دُکھیں۔ پس فرق کیا ہے؟ فرق یہی ہے کہ احمدی رنگروٹ ایک کمزور اور ضعیف قوم کا فرد ہے لیکن سر میور ایک حاکم قوم کا فرد ہے اِس لئے جو بات اِس کے لئے جائز ہے وہ کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں۔ ایک انگریز کے لئے اپنے مذہب کی تبلیغ جائز ہے، ایک عیسائی کے لئے اپنے مذہب کی تبلیغ جائز ہے لیکن ایک احمدی کے لئے اپنے مذہب کی تبلیغ اِن کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ تو آج جس طرح رسول کریم ﷺ پر حملے ہو رہے ہیں وہ کوئی مخفی بات نہیں بلکہ ایک کھلی حقیقت ہے۔ ہم فلسفہ کی کتابوں کو اُٹھاتے ہیں تو وہ اسلام کے خلاف نظر آتی ہیں، ہم سائنس کی کتابوں کو دیکھتے ہیں تو وہ اسلام کے خلاف نظر آتی ہیں۔ ہم تاریخ کی کتابوں کو دیکھتے ہیں تو وہ اسلام کے خلاف نظر آتی ہیں۔ آج سے ساڑھے تیرہ سَو سال پہلے قرآن نے مسلمانوں کو ایک سبق دیا تھا جس کو بدقسمتی سے مسلمانوں نے بھلا دیا لیکن یورپ نے اِس کو اختیار کرلیا۔ قرآن نے بتایا تھا کہ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا [۵] ہر شخص کے سامنے ایک مقصود اور مطمح النظر ہوتا ہے جو ہر وقت اُس کے سامنے رہتا ہے۔ یاد رکھو تمہارا بھی ایک مطمح نظر ہونا چاہئے۔ یہ نہ ہو کہ تشتتِ قومی کے ماتحت کوئی کسی مقصد کو اپنے سامنے رکھے اور کوئی کسی مقصد کو یا فرمایا تھا۔ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ [۶] اے مسلمانو! تم مدینہ میں تو آ گئے ہو مگر یاد رکھو اسلام کی ترقی فتح مکہ کے ساتھ وابستہ ہے اِس لئے تم جہاں بھی جاؤ یہ مقصد تمہارے سامنے رہنا چاہئے کہ ہم نے چکر کاٹ کر بہرحال مکہ میں پہنچنا ہے اور جس طرح ہو اِس کو فتح کرنا ہے۔ جب تک یہ مرکز اور یہ قلعہ تمہیں حاصل نہیں ہوگا سارے عرب اور پھر ساری دنیا پر تمہیں غلبہ میسر نہیں آ سکے گا۔

یہ سبق آج سے ساڑھے تیرہ سَو سال پہلے مسلمانوں کو دیا گیا۔ مسلمان اِس سبق کو بھول گئے لیکن یورپ نے اِس سبق کو سیکھا اور افسوس کہ کس ظالمانہ طور پر سیکھا۔ اُس نے دیکھ لیا کہ اسلام کا نقطۂ مرکزی محمد ﷺ کی ذات ہے۔ چنانچہ یورپ کا جو مصنف بھی اُٹھتا ہے محمد ﷺ کی

ذات پر حملہ شروع کر دیتا ہے۔ خواہ وہ فلسفہ کی کتاب لکھے، خواہ وہ سائنس کی کتاب لکھے، خواہ وہ تاریخ کی کتاب لکھے، وہ چاہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو لوگوں کی نظروں سے گرا دے۔ وہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو اِس نقطۂ مرکزی سے منحرف کر دے۔ سبق ہم کو سکھایا گیا تھا مگر اِس کا فائدہ کہو یا ناجائز فائدہ ہمارا دشمن اُٹھا رہا ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ مَیں نے بتایا ہے رسول کریم ﷺ خود اپنے جسمِ اطہر کے ساتھ دنیا میں موجود نہیں ہیں، ایک محبت کرنے والے مسلمان کی غیرت کتنی بھڑک اُٹھنی چاہیئے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول کریم ﷺ جہاں تک آپ کے فیوض کا تعلق ہے زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے، لیکن جہاں تک جسم کا تعلق ہے وہ فوت ہو چکے ہیں اور مَیں نہیں سمجھتا کہ کوئی باغیرت انسان ایسا ہو سکتا ہے جس کے زندہ باپ پر اگر کوئی شخص حملہ کرے تو وہ اُس کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے لیکن اگر اُس کے باپ کی لاش پر کوئی حملہ کرے تو وہ خاموش ہو کر بیٹھ جائے۔ یقیناً جس طرح وہ اپنے زندہ باپ کی حفاظت کرے گا اِسی طرح اگر اُس کے اندر غیرت موجود ہے تو مَیں یقیناً سمجھتا ہوں جب وہ اپنے باپ کی لاش پر کسی شخص کو حملہ کرتے دیکھے گا تو اُس کے اندر دیوانگی کی سی روح پیدا ہو جائے گی۔ مُردہ جسم بے شک کام نہیں آ سکتا مگر اُس کے ساتھ جو محبت کے جذبات وابستہ ہوتے ہیں وہ اُس کی قیمت زندہ سے بھی بڑھا دیتے ہیں یا دِرفتہ اپنے اندر ایک ایسا درد رکھتی ہے، ایک ایسا اُبال رکھتی ہے کہ انسان اپنی ہر چیز ایک ساعت کے اندر فنا کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی کے زندہ باپ کو کوئی شخص مارے تو بھی اُسے غصہ آئے گا لیکن اگر یہ مشہور ہو جائے کہ کسی کے باپ کی لاش کو جوتیاں ماری گئی ہیں تو وہ کہے گا مَیں اب دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔

جب محبانِ صادق نے رسول کریم ﷺ کی زندگی میں یہ کہا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے، آپ کے آگے بھی لڑیں گے پیچھے بھی لڑیں گے اور یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔ تو اَب جبکہ رسول کریم ﷺ فوت ہو چکے ہیں، اب جبکہ آپ کی عزت و ناموس پر دشمن چاروں طرف سے حملہ کر رہا ہے، اَب جبکہ وہ خود دنیا میں اِن حملوں کا جواب دینے کے لئے موجود نہیں

ہیں مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ سے سچی محبت رکھنے والے اِس صحابی سے سَو گنا زیادہ جوش سے بلکہ ہزار گنا زیادہ جوش سے یہ کیوں نہیں کہیں گے کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! آپ ہمارے اندر موجود نہیں ہیں مگر آپ کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والا آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم اپنی عزت و ناموس کو قربان کر دیں گے ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے، آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے اور یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! جب تک دشمن ہماری عزت و ناموس کو کچلتا ہوا نہیں گزرے گا آپ کی عزت و ناموس تک وہ نہیں پہنچ سکتا۔ اگر ہم میں سے ہر شخص کے دل سے یہ آواز نہیں نکلتی، اگر ہم میں سے ہر شخص حنین کے غزوہ کی طرح دیوانہ وار لَبَّیْکَ کہتے ہوئے آپ کی طرف نہیں دَوڑتا تو مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کے اندر ایمان کا ایک شمہ بھی پایا جاتا ہے۔

غزوہ حنین کے موقع پر جب اسلامی لشکر میں انتشار پیدا ہوگیا تو رسول کریم ﷺ نے حضرت عباس سے کہا عباس! آواز دو کہ اے انصار! اے بیعتِ رضوان میں شامل ہونے والے لوگو! خدا کا رسول تم کو بُلاتا ہے صحابہ کہتے ہیں جب یہ آواز ہمارے کانوں میں پہنچی تو ہماری حالت یہ تھی کہ ہمارے گھوڑے میدانِ جنگ سے بھاگے چلے جارہے تھے۔ ہم انہیں روکتے تھے مگر وہ رُکتے نہ تھے، ہم اُونٹوں کو موڑتے تھے مگر وہ مڑتے نہ تھے۔ جب ہمارے کانوں میں یہ آواز آئی کہ اے انصار! خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے تو جن کی سواریاں مڑسکیں انہوں نے اپنے پورے زور سے سواریاں موڑ لیں اور جن کی سواریاں نہ مڑیں انہوں نے تلواریں نکال کر اپنے اونٹوں اور گھوڑں کی گردنیں کاٹ دیں اور لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! لَبَّیْکَ کہتے ہوئے پیدل ہی رسول کریم ﷺ کی طرف دوڑ پڑے۔[ے] جب تک ہم یہی نمونہ نہیں دکھاتے جو غزوہ حنین کے موقع پر رسول کریم ﷺ کی آواز کے جواب میں صحابہ کرامؓ نے دکھایا، جب تک روحانی طور پر اِس نظارہ کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے یہی آواز ہماری روح سے نہیں نکلتی کہ لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَبَّیْکَ! ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے اپنے ایمان کا کوئی ثبوت پیش کیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم کہیں یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم اِن حملوں کے دفاع کیلئے حاضر ہیں اُسی جوش اور اُسی اخلاص کے ساتھ حاضر ہیں جو صحابہ نے دکھایا۔ بلکہ ان کے جوش اور اخلاص سے بھی بڑھ کر ہم

اپنے جذباتِ عقیدت کا اظہار آپ کی خدمت میں کرتے ہیں۔ یَـا رَسُوْلَ اللّٰـهِ! ہماری عزت و ناموس آپ کی عزت و ناموس پر قربان، ہماری عزتیں پہلے قربان ہوں گی، ہمارا ناموس پہلے کچلا جائے گا اور دشمن آپ کی عزت و ناموس تک اُس وقت تک نہیں پہنچ سکے گا جب تک وہ ہماری عزت و ناموس کو کچل کر نہیں گزرتا۔

بے شک ان حملوں کے دفاع کے لئے تلوار ہمارے پاس نہیں مگر تلوار سے کب لوگوں کے دلوں کو تسکین ہوسکتی ہے۔ مسلمانوں نے تلوار استعمال کی اور سپین کھو دیا۔ آج ہم قرآن استعمال کریں گے اور پھر خدا کے فضل سے سپین کو واپس لیں گے۔ مسلمانوں نے سپین اِس طرح کھویا کہ جب اسلامی حکومت کا زمانہ ممتد ہوگیا اور عیسائیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے خلاف کسی طرح عیسائی قوم میں جوش پیدا نہیں ہوتا تو انہوں نے مشورہ کر کے یہ تدبیر کی کہ بعض عیسائیوں کو جامع مسجد میں بھجوا دیتے اور جب خطیب تقریر کر رہا ہوتا تو وہ کھڑے ہوکر ناشائستہ الفاظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور قرآن اور اسلام کے متعلق استعمال کرنا شروع کر دیتے۔ جس پر جوشیلے مسلمان انہیں وہیں قتل کر دیتے اِس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جب یکے بعد دیگرے کئی عیسائی قتل ہونے شروع ہوگئے تو سارے عیسائیوں میں جوش پیدا ہوگیا۔ وہ اکٹھے ہوگئے اور اُنہوں نے مسلمانوں کو سپین سے نکال دیا۔ اگر مسلمان عیسائیوں کی اِس تدبیر کے مقابلہ میں دانائی سے کام لیتے، اگر وہ عیسائیوں کو قتل کرنے کی بجائے اپنے آپ پر ماتم کرتے کہ ہم نے آٹھ سَو سال اِس ملک پر حکومت کر کے بھی یہاں کے رہنے والوں کو مسلمان نہیں کیا، ہم عمارتوں کی تکمیل میں تو لگے رہے، ہم سر بفلک محلات تیار کرنے میں تو مشغول رہے، ہم اپنی عزتوں کے قائم کرنے میں تو مصروف رہے مگر ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنے کی طرف کوئی توجہ نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج عیسائی ہمارے منہ پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے رہے ہیں اور پھر بجائے تلوار سے اُن لوگوں کو قتل کرنے کے اُن سے کہتے کہ بے شک تم نے سخت کلامی کی ہے مگر چونکہ ہمارے آقا کی یہی تعلیم ہے کہ ہم دشمن سے نرمی کا برتاؤ کریں اِس لئے ہم تمہیں کچھ نہیں کہتے تو عیسائیوں کی ساری سکیم دھری کی دھری رہ جاتی اور اسلام کو سپین میں ایک نئی زندگی حاصل ہوتی مگر انہوں نے اپنی طاقت اور اپنی حکومت کے گھمنڈ میں یہ سمجھا کہ تلوار سے اُن کو

کامیابی ہو جائے گی۔ حالانکہ یہاں دلوں کو فتح کرنے کا سوال تھا اور دلوں کو فتح کرنے کے لئے تلواریں کام نہیں دے سکتیں۔

غرض اِس وقت ضرورت اِس بات کی ہے کہ دشمن جب کہ چاروں طرف سے حملہ کر رہا ہے رسول کریم ﷺ کے محبین اِن حملوں کے دفاع کے لئے آگے بڑھیں۔ وہ اپنے وطنوں کی محبت کو بھول جائیں، وہ اپنے رشتہ داروں کی محبت کو بھول جائیں، وہ اپنی عزت اور اپنے مناصب، اپنے آرام اور اپنی سہولت کو مدنظر نہ رکھیں بلکہ جہاں ضرورت ہو، جہاں اسلام کے قلعہ پر حملہ ہو رہا ہو، یا جہاں دشمن کے قلعہ پر کامیاب حملہ کیا جا سکتا ہو وہاں جائیں اور اپنی زندگیاں اور اپنے اوقات اسلام کی ترقی اور اُس کی عظمت کے لئے قربان کر دیں۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے آج ہمارے ایمانوں کے امتحان کا وقت ہے۔ پہلے لوگ آئے اور جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم کی حفاظت کا سوال تھا وہاں انہوں نے اپنی جانوں کو قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔ انہوں نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گذرے۔ آج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کی حفاظت کا سوال نہیں بلکہ آج رسول کریم ﷺ کی عزت اور آپ کے ناموس کی حفاظت کا سوال ہے۔ پس آج ہر سچے مومن کا فرض ہے کہ وہ دشمن کے اِس چیلنج کو قبول کرے اور اُسے کہے کہ باوجود تمہاری طاقت اور قوت کے، اور باوجود تمہاری شوکت کے مَیں تمہاری حقیقت ایک پر پشہ کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔ اگر رسول کریم ﷺ کے ننگ و ناموس پر حملہ کرو گے تو پہلے تمہیں میرے ننگ و ناموس کو چاک کرنا پڑے گا۔ ہر شخص جس کے دل میں یہ جذبہ پیدا نہیں ہوتا اُسے ایمانِ کامل حاصل نہیں بلکہ مَیں کہتا ہوں اُسے ایمانِ ناقص بھی حاصل نہیں کیونکہ محبت کا ایک ادنیٰ جذبہ بھی انسان کو بے تاب کر دیتا ہے۔

پس وہ مبلّغ جو تبلیغ کے لئے پہلے گئے ہوئے ہوں یا اَب جا رہے ہیں مَیں اُن کو کہتا ہوں بے شک آپ لوگ وہ ہیں جنہیں رسول کریم ﷺ کی آواز پر لَبَّیْکَ کہنے کا پہلا موقع ملا مگر یاد رکھیں آپ اِس وقت اکیلے نہیں بلکہ ہر سچے احمدی کا دل آپ کے ساتھ ہے کیونکہ ہر سچا احمدی اِس میدان میں اپنی شہادت کو بہترین انعام سمجھتا ہے اور ہر سچے احمدی کا دل اِس بات پر غمگین

ہے کہ جو موقع اُن لوگوں کو ملا جو اِس میدان میں بڑھ چکے ہیں کاش! یہ موقع اُسے میسر آتا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو وہ اپنی چارپائی پر لیٹے ہوئے رو رہے تھے۔ اُن کا ایک دوست اُس وقت اُن کے پاس پہنچا اور کہنے لگا خالد! یہ رونے کا کونسا موقع ہے۔ آج تو تمہارے لئے خوش ہونے کا دن ہے کہ خدا سے انعامات لینے کا وقت آ گیا۔ اُس نے سمجھا شاید خالد موت کے ڈر سے رو رہے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے کہا تم میری بات کو نہیں سمجھے کہ مَیں کیوں رو رہا ہوں۔ تم میرے سینہ پر سے کپڑا اُٹھاؤ۔ اُس نے کپڑا اُٹھایا تو حضرت خالد نے کہا بتاؤ کیا میرے سینہ پر کوئی جگہ خالی ہے جہاں تلوار کے زخم نہ ہوں؟ اس نے کہا کوئی جگہ خالی نہیں۔ حضرت خالد نے کہا اَب میری پیٹھ پَر سے کپڑا اُٹھاؤ۔ اُس نے کپڑا اُٹھایا تو انہوں نے پوچھا بتاؤ کیا میری پیٹھ پر کوئی جگہ ایسی ہے جو تلوار کے زخموں سے خالی ہو؟ اُس نے کہا کوئی جگہ خالی نہیں۔ حضرت خالد نے کہا اَب میرا پاجامہ اوپر اُٹھاؤ اور دیکھو کہ کیا میری ٹانگوں پر کوئی جگہ ایسی ہے جہاں تلوار کے زخم نہ ہوں؟ اُس نے ایک ایک کر کے دونوں ٹانگوں پر سے پاجامہ اُٹھایا اور کہا کوئی جگہ خالی نہیں ہر جگہ تلوار کے زخموں کے نشان لگے ہوئے ہیں۔ یہ نشانات دکھا کر حضرت خالد کہنے لگے میں نے ہر موت کی جگہ میں جہاں مجھے شہادت نصیب ہو سکتی تھی اپنے آپ کو نڈر ہو کر ڈال دیا مگر مجھے شہادت نصیب نہ ہوئی۔ اِس کے مقابلہ میں میرے بہت سے بھائی ایک ایک جنگ میں شریک ہوئے اور شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ لیکن مَیں جس نے ہر خطرہ میں اپنے آپ کو ڈالا تھا آج رو رہا ہوں اور چارپائی پر مَر رہا ہوں۔[۸]

خالد اپنی محبت اور اخلاص کی وجہ سے اپنی چارپائی پر مرنے کو بُرا محسوس کر رہا تھا لیکن عارف کی آنکھ جانتی ہے اور خدا تعالیٰ کے مقرّب بندے سمجھتے ہیں کہ جہاں دوسروں کو ایک ایک شہادت کا ثواب ملا وہاں خالد کو بیسیوں شہادتوں کا ثواب مل چکا۔ صرف تلوار سے مرنا انسان کو انعام کا مستحق نہیں بناتا بلکہ شہادت کی خواہشِ شدید انسان کو شہید بنایا کرتی ہے ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ حمزہ تو شہید ہوئے لیکن محمد ﷺ شہید نہیں ہوئے مگر یہ بالکل غلط ہے۔ اگر حمزہ ایک دفعہ شہید ہوئے تھے تو محمد ﷺ سینکڑوں بار شہید ہوئے۔ خود صحابہؓ کہتے ہیں جب اُن سے پوچھا

گیا کہ تم میں سے سب سے بڑا بہادر کون تھا؟ تو اُنہوں نے کہا ہم میں سے سب سے بڑا بہادر وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو جنگ میں رسول کریم ﷺ کے پاس کھڑا ہوتا اِس لئے کہ دشمن اپنا سارا زور اِس بات پر صرف کر دیا کرتا تھا کہ رسول کریم ﷺ کو شہید کرے۔ پس آپ کے پاس کھڑا ہونا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ پھر انہوں نے کہا رسول کریم ﷺ کے پاس کھڑے ہونے کا سب سے زیادہ موقع ابوبکرؓ کو ملتا تھا۔ تو صحابہ کرام کی گواہی ہے کہ رسول کریم ﷺ سب زیادہ خطرے میں ہوتے تھے۔ اگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ ان کو بچا لیتا تھا اور آپ اپنی طرف سے جان دینے کے لئے تیار رہتے تھے تو کون کہہ سکتا ہے کہ محمد ﷺ شہید نہ ہوئے۔ محمد ﷺ تو ان سے ہزاروں گنا زیادہ شہادت کا ثواب لے گئے کیونکہ ہر موقع پر انہوں نے اپنا نفس قربان کرنے کے لئے پیش کر دیا۔ اگر انہیں ظاہری شہادت نصیب نہیں ہوئی تو اِس میں آپ کا کوئی قصور نہیں یہ خدا کا فعل ہے۔ خدا نے یہی چاہا کہ اُس کا رسول زندہ رہے اور لوگوں کی تربیت کا کام کرتا رہے۔
پس جو پیچھے رہنے والے ہیں اِن میں سے ہر سچا احمدی اپنے دل میں یہ درد رکھتا ہے کہ کاش! اِس میدان میں اُسے آگے جانے کا موقع ملتا۔ جب نعمت اللہ خاں صاحب کابل میں شہید ہوئے تو میں اُن دنوں انگلستان میں تھا۔ مجھے جب ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو اُس وقت بے اختیار میری زبان پر یہ شعر آ گیا کہ

خدا شاہد ہے اُس کی راہ میں مرنے کی خواہش میں
مرا ہر ذرّہ تن جھک رہاہے اِلتجا ہو کر

پس ہر مومن کا دل اُدھر ہی مشغول ہے جس طرف وہ جا رہا ہے اور ہر مومن کی دعائیں اُس کے ساتھ ہیں صرف اتنی بات ہے کہ خدا نے اِس کو اس خدمت کے لئے دوسروں سے پہلے چنا۔ ہم یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ یہ انعام کے طور پر ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ کا یہ انتخاب بطور انعام نہ ہو بلکہ بطور ابتلا ہو اِس لئے یہ بہت ہی خوف کا مقام ہے۔ انہیں دعاؤں اور زاری سے کام لیتے ہوئے آگے جانا چاہئے تا کہ وہ اپنی کسی غلطی اور قصور کی وجہ سے اس انعام کو عذاب میں نہ بدل لیں کیونکہ جہاں خدا کی طرف سے کام کے مواقع بہم پہنچائے جاتے ہیں وہاں کوئی موقع ایسا

آ تا ہے کہ انسان بخشا جاتا اور انعام کا مستحق ہوتا ہے اور کوئی موقع ایسا آ تا ہے جب وہ پکڑا جاتا اور سزا پاتا ہے۔ اَب میں دعا کر دیتا ہوں دوست بھی میرے ساتھ دعا میں شامل ہو جائیں۔

(الفضل ۲۷ رفروری ۱۹۴۵ء)

۱؎ ۱۶ / جون ۱۹۴۴ء مجاہدینِ تحریک جدید نے چوہدری احسان الٰہی صاحب جنجوعہ مبلغ مغربی افریقہ کے اعزاز میں ایک دعوتِ چائے دی۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے یہ تقریر فرمائی۔

۲؎ **بخاری کتاب المغازی باب قول اللّٰہ تعالیٰ اذتستغیثون + سیرت ابن ھشام** جلد ۲ صفحہ ۱۲، ۱۳ مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ھ

۳؎ **سیرت ابن ھشام** جلد ۲ صفحہ ۸۵ مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ھ

۴؎ **مسلم کتاب الجھاد باب غزوۃ حنین** (مفہوماً)

۵؎ **البقرۃ: ۱۴۸** ۶؎ **البقرۃ: ۱۵۱**

۷؎ **سیرت ابن ھشام** جلد ۳ صفحہ ۱۰ مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ھ

۸؎ **الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب** جلد ۲ صفحہ ۱۴ مطبوعہ بیروت ۱۹۹۵ء